جب یہ بات واضح ہوئی کہ مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق ضروری ہے جس کے ذریعہ مرد وزن میں تمیز کی جا سکے اور یہ کہ عورتوں کے لباس میں اتنا حجاب اور پردہ ہو کہ اس سے مقصود حاصل ہو جائے تو اس بات میں اصل بات بھی واضح ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ ایسا لباس جس کو غالباً مرد ہی پہنتے ہیں وہ عورت کے لیے ممنوع ہوگا۔

مزید آگے لکھتے ہیں: لباس میں بے پردگی اور مردوں سے مشابہت دونوں ہی جمع ہو جائیں تو دونوں اعتبار سے وہ لباس خواتین کے حق میں ممنوع ہوگا۔ (مجموع الفتاویٰ۔۱۰۰۔۱۴۹۔۱۴۸۶۔۱۱)

لباس میں ایسی زیب وزینت نہ ہو کہ گھر سے باہر نکلتے وقت مردوں کی توجہ کا مرکز بن جائے اور اس کی وجہ سے ہمارا شمار بھی مردوں کے سامنے اپنی زیب وزینت کا اظہار کرنے والی بے حیا عورتوں میں ہونے لگے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم نبی علیہ السلام کی سنت کے مطابق لباس پہنیں۔ جس طرح ہمیں لباس کا حکم دیا گیا ہے۔ اُسی طرح کا ہم پہنیں۔ آخر میں اللہ سے دعا مانگتی ہوں کہ اے اللہ ہمیں اُن بے حیا عورتوں میں سے نہ کرنا جو گندا لباس پہننا پسند کرتی ہیں اور بے حیائی میں مگن رہتی ہیں۔ اللہ ہم کو گندی عورتوں سے بچائے رکھنا۔ آمین۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

پینٹرز کاتب
سائن بورڈ
کلاتھ بینر
سکرین پرنٹر
حافظ پبلسٹی
اور اشتہارات کی
کتابت کیلئے تشریف لائیں
حافظ شبیر احمد سجاد
0321-4205164
رانا عبدالستار
0321-4187286
ریلوے روڈ شیخوپورہ

اصل کرنڈی، لٹھا سفید، لٹھا رنگدار پختہ کلر،
کاٹن سفید و رنگدار پختہ کلر
ہر قسم کی مردانہ ورائٹی کا مرکز
فیصل یعقوب کلاتھ مرچنٹ
041-633809
Mob# 0300-9653599
پنجاب بلاک مدینہ بازار P-162 نئی کلاتھ مارکیٹ فیصل آباد

پردہ اور اہل یورپ

عبید اللہ لطیف

چند دن ہوئے ایک دوست سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ ہمارے علاقہ میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ جن کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کبھی کسی بھی جگہ پر کسی عورت کو بے پردہ دیکھتے تو اسے پردہ کی تلقین کرتے۔ ایک دن اس طرح ہوا کہ ایک عورت اور اس کا خاوند دونوں بازار میں جارہے تھے جبکہ عورت بے پردہ تھی تو اس بزرگ نے اپنی عادت کے مطابق اس عورت کو پردہ کرنے کی تلقین کی تو اس کے خاوند نے اس بزرگ کو جھاڑ پلا دی اور طرح طرح کے القابات سے نوازا۔ میں نے جب یہ واقعہ سنا تو اہل یورپ کی اس طرح نقالی دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان یاد آیا جس کا مفہوم ہے کہ ''ایک وقت آئے گا میری اُمت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو یہود و نصاریٰ کی اس طرح پیروی کریں گے کہ اگر ان میں کوئی اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے گا تو اُمت مسلمہ میں سے بھی ان کی پیروی کی جائے گی۔''

ایک طرف تو امت مسلمہ کے یہ حالات ہیں؛ جبکہ دوسری طرف اگر صحابہ رضوان اللہ اجمعین کا طرزِ عمل دیکھیں تو کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک صحابیہ دُکان سے سودا سلف لینے گئی' وہ دُکان ایک یہودی کی تھی۔ اس یہودی نے اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر یہ پروگرام بنایا کہ اس صحابیہ کو بے پردہ کیا جائے۔ اس نے صحابیہ کی چادر کا پلو کسی چیز کے ساتھ خاموشی سے باندھ دیا تا کہ جب صحابیہ اٹھے تو اس کی چادر جو کہ کسی شے سے باندھی ہوئی تھی' چہرے سے اُتر جائے اور وہ بے پردہ ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ صحابیہ اُٹھی تو اس کی چادر چہرے سے اُتر گئی جس سے اس کا پردہ اُتر گیا تو اس موقع پر اس صحابیہ نے جو صدا بلند کی وہ یہ تھی کہ ''ہائے میرا اسلام'' یعنی اسے احساس تھا کہ پردہ اور اسلام لازم و ملزوم ہیں۔

ان دونوں واقعات کا موازنہ کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ کفار اپنی سازشوں میں کامیاب ہو رہے ہیں اور ہمارے نام نہاد مسلمان اسلام کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف جارہے ہیں اور اہل یورپ کی نقالی کرتے ہوئے عریانی و فحاشی' بے حیائی' بدکاری' شراب نوشی اور موسیقی کے رسیا بنتے جارہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف آقائے دو جہاں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ میری اُمت پر ایک وقت آئے گا کہ ان پر پتھروں کی بارش ہوگی۔ ان کو زمین میں

دھنسا دیا جائے گا اور اُن کے چہروں کو مسخ کر دیا جائے گا صحابہ نے اس کا سبب پوچھا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت لوگوں میں زنا عام ہوگا' شراب اور گانا بجانا عام ہو جائے گا۔

آج کل جو مسلمان یورپ کی اندھی تقلید میں اسلامی تعلیمات کو چھوڑے ہوئے ہیں' ان کو چند ایک اہل یورپ کے بڑے بڑے سکالروں کے اقوال ذہن نشین کروانا چاہتا ہوں۔ جو مادر پدر آزاد معاشرے سے تنگ آ چکے ہیں اور اپنے معاشرے کو قانون فطرت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ایسی عورتیں جو بے پردہ نظر آتی ہیں' انہی کے متعلق پروفیسر جیوم فریرو لکھتا ہے کہ ''ان عورتوں کو معاشرت کے اصل اصول زوجیت سے سخت نفرت ہے۔ ان کو جسمانی اور دماغی اعضاء عطا کیے گئے ہیں۔ ان کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔ ان میں وہ طبائع حاستہ اور جنسی امتیاز بالکل نہیں پایا جاتا جو ان کی دیگر ہم عمر عورتوں میں فطرتاً موجود ہے۔ ان کی حالت ایک ایسے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جس کو مالیخولیا سے تعبیر کرنا چاہیے۔ درحقیقت ان کو نہ تو مرد کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی عورت بلکہ وہ ایک تیسری جنس کا نمونہ بن گئی ہیں۔ وہ مرد اس لیے نہیں ہیں کہ مردوں سے طبعاً مختلف الجنس ہیں تو عورت اس لیے نہیں ہیں کہ ان کا عمل اور وظیفہ فرائض نسوانی سے بالکل مختلف ہے۔''

مشہور فلاسفر آگسٹ کونٹ اپنی مشہور تصنیف ''النظام السیاسی علی حسب الفلسفۃ الحسیہ'' میں لکھتا ہے کہ ''مردوں کے مشاغل میں عورتوں کی شرکت سے جو خوفناک نتائج اور فساد پیدا ہو رہے ہیں' ان کا علاج یہی ہے کہ مرد و عورت کے جو مساوی فرائض ہیں' ان کی حد بندی کر دی جائے۔ مرد پر واجب ہے کہ عورت کی خوراک کا انتظام کرے۔ یہی وہ قانون طبعی ہے جو مرد کی اصل زندگی منزلی دائرہ میں محدود کرتا ہے اور یہی وہ قانون ہے جو عورت کو اپنے طبعی جذبات سے ترقی نوع انسانی جیسے شریف فرض کی بجا آوری پر آمادہ کرتا ہے۔ یہی وہ مادی ترقی اور علمی کمال جو عورت موجود حالت میں ہم سے طلب کر رہا ہے۔ محال قطعی اور محض ناممکن ہے کیونکہ اس سے قانون طبعی اور ناموسِ الٰہی سے تطبیق نہیں ہو سکتی اور چونکہ یہ خواہش ناموسِ الٰہی کی مخالف ہے اور اس کے حکم کو رد کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے اس طبعی جرم کے اثر سے سوسائٹی کا کوئی علاقہ اور حلقہ محفوظ نہیں ہے۔''

مشہور فلاسفر علامہ پروڈن اپنی کتاب ''ابتکار النظام'' میں لکھتا ہے کہ چونکہ عورت کو صرف معنوی خوبیاں عطا کی گئی ہیں' اس لیے اس حیثیت سے وہ ایک بیش بہا جوہر ہے اور اس صفت میں مردوں سے سبقت لے جانے والی ہے۔ عورتوں کی ان خوبیوں کا ظہور مرد کی ماتحتی میں رہنے سے ہے۔ کیونکہ عورت کا فرض صرف اتنا ہے کہ اس بے بہا عطیہ قدرت کو اپنے لیے محفوظ رکھے جو دراصل اس کی مستقل خاصیت نہیں بلکہ ایک صفت' شکل اور حالت ہے' جو اس پر شوہر کی حکومت ماننے کے لیے لازم ہوتی ہے۔ لیکن اس سے انکار اس کو نہایت مردہ اور بدنما بنا دینے والی بات ہے۔ جس کی وجہ سے وہ تعلقات زوجیت کو توڑنے والی' محبت کو مٹانے والی اور نوعِ انسانی کو ہلاک کرنے والی بن جاتی ہے۔''

نامور عالم پروفیسر ژول سیماں لکھتے ہیں کہ ''عورت کو عورت رہنا چاہیے کیونکہ وہ اسی صفت کے ذریعے سے اپنی

سعادت کو پا سکتی ہے اور اسے اپنے سوا دوسرے شخص کو بھی بخش سکتی ہے۔ اس لیے عورتوں کی حالت سنوارنی چاہیے نہ کہ اسے بالکل ہی بدل دیں اور مناسب ہے کہ عورتوں کو مرد بنا دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بہت بڑی خوبی اور بہتری کو ہاتھ سے کھو بیٹھیں گی اور ہم بھی تمام باتوں کو گنوا دیں گے۔ بلاشبہ فطرت نے اپنی تمام مصنوعات کو کامل اور اکمل بنایا ہے۔ ہمیں ان کی حالت پر غائر نظر ڈالنے اور صرف ان کو عمدہ بنانے کی ضرورت ہے۔ جس کے ساتھ ہی جو امور ہم کو قوانین قدرت سے دور کرنے والے ہوں یا اس کے مثل ہوں' ان سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔''

یہی عالم ایک اور موقع پر لکھتا ہے کہ ''جو عورت اپنے گھر سے باہر کی دنیا میں مشغول ہوتی ہے' اس میں شک نہیں کہ وہ ایک عامل بسیط کا فرض سرانجام دیتی ہے' مگر افسوس کہ عورت نہیں رہتی۔''

مشہور اقتصادیات کا ماہر ژول سیماں تو سرزمین یورپ میں چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ کارخانوں اور فیکٹریوں نے عورت کو اس کے گھرانے سے نکال دیا ہے اور مثالی زندگی کے اصول کو توڑ کر پارہ پارہ کر دیا ہے۔ مگر ہم پھر بھی یہی کہتے ہیں کہ عورت کے کاروباری و خارجی زندگی میں شریک ہونے سے ان کی مثالی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اکیلا ''ژول سیماں'' ہی اس حقیقت کا ادراک کرنے والا نہیں پایا جاتا بلکہ بلا استثناء تمام مفکرین یورپ اور تمدن اسی کے ہمسفر اور ہمخیال ہیں۔ چنانچہ مزید استدلال اور مخالفین کو قائل کرنے کے لیے ہم ذیل میں ''سام ویل سمائل'' کا وہ قول بھی نقل کرتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب ''الخلاق'' میں نقل کیا ہے۔

جو دستور عورتوں کو دخانی کارخانوں میں کام کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس سے خواہ ملک کتنا ہی ترقی کیوں نہ کر جائے لیکن اس میں شک نہیں کہ اس نظام کا نتیجہ حیات منزلی کی بنیادیں متزلزل کر دینے والا ثابت ہو رہا ہے۔ وہ کارخانہ داروں کے طرز زندگی پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور اس نے گھرانے اور کنبے کی شاندار عمارت کو منہدم کر کے معاشرے کی بندشیں توڑ پھینکیں ہیں۔ اس حالت نے بیوی کو شوہر اور اولاد کو ان کے رشتہ داروں سے چھین کر ایک خاص نوعیت اختیار کر لی ہے۔ جس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ عورت کی اخلاقی حالت ابتر ہو جائے کیونکہ عورت کا حقیقی عمل واجبات منزلی کو ادا کرنا تھا۔ اپنے مکان' رہائش کی ترتیب و آراستگی' اپنے بچوں کی تربیت اور خانگی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے وسائل معیشت میں انتظام و کفایت شعاری برتنا' مگر کارخانہ نے عورتوں کو ان چیزوں سے الگ کر دیا ہے۔

یہ تھے مفکرین یورپ کے چند اقوال۔ اب ہمیں بھی غور کرنا چاہیے کہ جس یورپ کی نقالی کرتے ہوئے ہم عورت کو اس کے اصل فریضے بچوں کی بہتر تربیت' گھرداری سے نکال کر بسوں میں کنڈیکٹر' ٹریفک پولیس' کارخانوں اور فیکٹریوں میں لا رہے ہیں۔ وہ یورپ تو اس سے جان چھڑانا چاہتا ہے کیونکہ اس وجہ سے یورپ کا سارا خاندانی نظام تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ لیکن ہم یورپ کی نقالی کر کے کیوں اپنے معاشرے کو تباہ کرنا چاہتے ہیں.....؟

☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆